سیکولر ہندوستان اور اردو غزل: ایک مطالعہ

عصمت خاتون
ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو، پاٹلی پتر یونیورسٹی، پٹنہ

تلخیص: تاریخ شاہد ہے کہ ملک ہندوستان زمانۂ قدیم سے مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا مرکز رہی۔ گنگا جمنی تہذیب اس کی ایک خوبصورت اور دلکش روایت رہی ہے۔ یہاں چشتی، نانک، کبیر، بابا فریدؒ، گوتم بدھ، مہاویر، شہنشاہ اکبر، سمراٹ اشوک اور بے شمار سادھو سنتوں اور صوفیاء اکرام نے مذہبی ہم آہنگی، مذہبی رواداری اور مشترکہ تہذیب کو فروغ دیا اور اسی کے زیر اثر ہندوستانی سیکولرزم وجود میں آئی۔ ہندوستانی سیکولرزم کی روح میں انسانیت اور مساوات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ سیکولر ہندوستان کا مطلب یہ ہے کہ اس ریاست کا اپنا کوئی مذہب نہیں بلکہ وہ تمام مذاہب کا یکساں احترام کرتا ہے ۔اردو غزل کی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ روز اول سے ہی سیکولر رہی جس نے ہر قسم کے تعصب، فرقہ واریت، یا مذہبی جکڑبندی سے آزاد ہو کر ہمیشہ انسانیت و محبت کا پیغام دیا، معاشرتی اصلاح، امن، انسانی بیداری اور مشترکہ تہذیب کو فروغ دیا۔ اردو غزل میں محبت نے مذہب کا اور انسانیت نے دھرم کا جگہ لے لیا۔ اردو غزل ہر زمانے میں سیکولر رہی اور گنگا جمنی تہذیب کی امین۔

****

کلیدی الفاظ: سیکولرزم # مذہبی وسیع النظری # تحریک # اعتقاد # امتزاج # اکتفا # مظہر # سجہ # افادی # نفی # تصدیق # کلیسا # مثبت #

ہندوستان کی تاریخ کی ورق روگردانی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں ہندوستان وہ واحد ملک ہے جو کسی ایک تہذیب کا مرہون منت نہیں بلکہ مختلف مذاہب اور اعتقاد کے ماننے والوں کا حسین امتزاج ہے۔ جہاں مذہبی ہم آہنگی، مذہبی رواداری اور مذہبی وسیع النظری زمانہ قدیم سے یہاں کی ایک خوبصورت اور دلکش روایت رہی ہے جہاں ہر مذہب کا احترام ہندوستان اور ہندوستانیوں کی سب سے بڑی صفت رہی جس کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔

تعریف بیان کی اگر ہم اس پر ایک نظر ڈالیں تو ایک سامنے آتی ہے کہ ہندوستان جیسے مذہبی وسیع النظری والے ملک کہ لئے اس کا معنی ومفہوم قطعی قابلِ قبول نہیں بقول سی۔ ٹھاکر

"یورپ کی تہذیب کے سیاق و سباق میں سیکولرزم سے مراد مذہب سے بے تعلقی ہو سکتا ہے لیکن بھارت میں اس سے مراد مذہبی رواداری ہے۔"[1]

لفظ "سیکولرزم" یا "سیکولر" کے مغربی تاریخ پیش منظر پر بھی جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ ایک گمراہ کن لفظ ہے جہاں دین کو سیاست سے بے دخل کر دیا جاتا ہے اور اس کے نتائج افسوسناک اور المناک ہوتے ہیں۔ بقول شاعر

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لفظ "سیکولرزم" یا "سیکولر" کے حوالے سے جو اختلاف رائے پایا جاتا ہے اس کے متعلق اختر بستوی بلکل درست فرماتے ہیں کہ:

"سیکولرزم کے مفہوم کے بارے میں الجھاؤ اور اختلاف رائے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں سیکولرزم کا تصور صدیوں سے ارتقا پذیر رہا ہے اور اس نے مختلف ممالک اور مختلف ادوار میں مختلف سمتیں اختیار کی ہیں۔ کبھی اس کا رخ منفی سیکولرزم کی طرف رہا ہے جس نے مذہب کی نفی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کی روش اپنائی ہے اور کبھی اس نے مثبت رخ اختیار کر کے مذہب کی اہمیت اور اس کے اپنے مخصوص دائرے میں، تسلیم کرنے اور مذہبی رواداری پر زور دینے کا رویہ اپنایا ہے۔"[2]

بیان کی میں یہاں درج کرنا چاہوں گی جس سے یہ بات واضح ہو جائے کہ اس کی روشنی میں ہم صرف ہم مغربی سیکولرزم کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہندوستان کے مثبت اور صالح سیکولرزم کا جو تصور اور نقطۂ نظر ہے اس کو نہیں۔

انگریزی کی مستند لغت "دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں لفظ "سیکولرزم" کے معنی اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

"یہ نظریا کہ خدا عقبیٰ کے اعتقاد سے اخذ شدہ تمام ملحوظات کو ترک کر کے اخلاقیات کو صرف بنی نوع انساں کو موجودہ زندگی کی فلاح بہبود کے لحاظ پر مبنی ہو۔"

انگریزی لغت "ویبسبر ٹس تھرڈ نیو انٹرنیشنل ڈکشنری" میں لفظ "سیکولرزم" کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

"زندگی کا، یا کسی بھی مخصوص مسئلے کا، ایک ایسا نظریہ جو اس امر پر مبنی ہو کہ مذہب اور مذہبی ملحوظات کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔"

اسی ڈکشنری میں سیکولرزم کے حوالے سے درج ہے:

"اس نظریے پر مبنی سماجی اخلاقیات کا ایک نظام کہ اخلاقی اصولوں اور طرز عمل کا تعین بلا لحاظِ مذہب صرف موجودہ زندگی اور سماجی فلاح و بہبود کو ملحوظ رکھ کر کیا جانا چاہیئے۔"

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں سیکولرزم کے متعلق درج ہے:

"سماج میں اخرویت سے رخ پھیر کر دینویت پر توجہ دینے کی ایک تحریک"

"دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں لفظ "سیکولر" کے لغوی معنی کچھ اس طرح درج ہیں:

"سیکولرزم کے نظریے سے تعلق رکھنے والا یا اُسے قبول کرنے والا"

آکسفورڈ ڈکشنری" میں لفظ "سیکولر" کے معنی درج ہیں:

ا۔ "دنیا کا۔ یا اس سے متعلق"

۲۔ "کلیسا اور مذہب سے ممیز، دنیا اور اس کے معاملات سے تعلق رکھنے والا، ریاستی، غیر پادریانہ، زمانی، خاص طور پر ایک منفی اصطلاح کی حیثیت سے مستعمل، بمعنی غیر کلیسائی، غیر مذہبی یہ غیر مقدس"

۳۔ ابدی یا روحانی دنیا سے ممیز، موجودہ یا مرئی دنیا کا، یا اس سے تعلق رکھنے والا، زمانی، دینوی۔"

"ویبسٹرس تھرڈ نیو انٹرنیشنل ڈکشنری" میں لفظ "سیکولر" کے چند خاص معنی درج ہیں:

ا۔ "صریحاً یا مخصوص طور پر مذہبی نہیں۔"

۲۔ "کلیسا سے میمز، ریاست کا، یا اس سے متعلق۔۔۔"

۳۔ "اہلِ کلیسا سے ممیز، عام لوگوں کا، یا ان سے متعلق۔۔۔"

۴۔ قاعدتاً کسی مذہب جماعت کے زیرِ اختیار یا اس سے منسلک نہیں۔۔۔"

۵۔ "لاشخصی اور افادی قدروں اور صورتوں کے گرد عقلی طور پر منظم، اور نئے رجحانات کو قبول کرنے والا۔"۳؎

جارج جبیک ہالی اوک نے سیکولرزم کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

"سیکولرزم وہ ہے جو زندگی کے فرضِ راست کی حیثیت سے انسان کی مادی، اخلاقی اور ذہنی قوائے فطری کی بلند ترین امکانی سطح تک تکمیل کی جستجو کرتا ہے، جو دہریت خدا پرستی یا انجیل سے علیحدہ ہو کر فطری اخلاقیات کے عملاً دانی ہونے کی تعلیم دیتا ہے، اور جو مادئی کو اپنے طریقِ عمل کے طور پر منتخب کرتا ہے۔"۴

مذکورہ بالا معنی ومفہوم اور تعریف سے ہم صرف انگریزی لفظ سیکولر یا سیکولرزم کو سمجھ سکتے ہیں ہندوستانی سیکولرزم کو قطعی نہیں اس حوالے سے داکٹر مسعود حسین نے بلکل درست فرمایاہے کہ:

"سیکولر" لفظ "کلریکل" کے بر خلاف معنی دیتا تھا۔ یا یوں کہیئے ان دنیاوی اشیا، یا شے کے لئے کہا جاتا تھا جن کو مذہبی یا روحانی نہ سمجھا جاتا ہو، اس لئے سیکولرزم ایسے سیاسی یا سماجی فلسفے کے نظام کو سمجھا جانے لگا جو تمام قسم کے مذہبی عقائد کو مسترد کرتا ہو۔ ہندوستان جیسے مذہبی معاشرے والے ملک میں سیکورزم کی یہ یوروپی تعریف ہندوستانی عوام کو قابلِ قبول نہ تھی۔"۵

اب ہم ہندوستان کے سیکولرزم کے تصور اور نقطۂ نظر پر ایک نظر ڈالتے ہیں جس سے یہ بات روشن ہو جائے گی ہمارا ملک ہندوستان روز اول سے ہی

سے چند حوالوں پر اکتفا کرتی ہوں۔

بقول جواہر لال نہرو:

"ہندوستان کی پوری تاریخ میں، ہندوستان میں ہمیشہ مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کی حکومت رہی۔"۶

بقول ایس۔ ای۔ حسین:

"ہندوستانی سیکولرزم تمام مذہب کے احترام پر دلالت کرتا ہے۔"۷

ڈاکٹر تاراچرن رستوگی اپنے مضمون "قومی یکجہتی اور سیکولرزم" میں لکھتے ہیں:

"اختلاف رائے سے قطع نظر سیکولر نظام سے یہی مفہوم ہوت ہے اور یہی لینا بھی چاہیئے کہ۔۔۔ حکومت

جائے۔"۸

پی۔ بی گجیندر گڈکر فرماتے ہیں کہ:

"اُن سب مذاہب کا یکساں احترام، جو اس کثیر المذاہب میں مروج ہیں۔"

ڈاکٹر رادھاکرشنن سیکولرزم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اس کا مطلب تمام مذہب کا احترام ہے۔"۹

بقول پروفیسر وائی مسیح:

"میرا خیال ہے کہ ہندوستان میں سیکولرزم کا مطلب ذات پات اور فرقہ واریت کی دیواروں کو مہندم کرنا ہے۔"۱۰

بقول ڈاکٹر سید عابد حسین:

عمل کی پوری آزادی دیتا ہے۔"۱۱

راگھویندر راؤ اپنے مقالے "سیکولرزم اینڈ ایجوکیشن میں لکھتے ہیں کہ:

"المختصر ہندوستانی نقطۂ نظر یہ رہا کہ سیکولرزم کو لا مذہب ہو جانے کے ہم پلہ نہیں بلکہ مذہبی غیر جانبداری کے ہمسر قرار دینا چاہیئے۔"

ڈاکٹر مسعود حسین خاں فرماتے ہیں کہ:

"سیکولرزم کے معنی لا مذہبیت قطعاً نہیں ہیں۔ یہ مذہبی کاموں کو انسان سے الگ نہیں کرتا ہے ۔سیکولرزم مذہبی کاموں کی قدر کرتا ہے۔"۱۲

بقول اختر بستی:

"ہندوستانی سیکولرزم جو مذہب کی نفی نہیں کرتا بلکہ تمام مذہب کو یکساں طور پر احترام کرتا ہے اور مذہبی رواداری پر، پوری دیانتداری کے ساتھ بھرپور طور سے یقین رکھتا ہے۔"۱۳

پروفیسر مشیر الحق

"ہندوستان اپنے دستور سے ایک ایسا رویہ سیکولر جمہوری ملک ہیں جہاں کا ہر شہری مذہب۔ تہذیب اور زبانوں کے اختلاف کے باوجود ریاست کی نظروں میں برابر کا درجہ رکھتا ہے۔"۱۴

اس مختصر سی تمہید سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہمارا ملک ہر دل عزیز ملک، سارے جہاں سے پیارا ملک ہندوستان میں ہمیشہ سیکولرزم سے مراد وہ نظریہ رہا جس میں تمام مذاہب کا یکساں احترام ہو اور بلا تفریق تمام مذہب وملت کو یکساں مواقع حاصل ہو۔ مذہب کے نام پر کوئی بھید بھاؤ نہ ہو۔ ہندوستان کے لوگ صدیوں سے انسان دوستی اور گنگا جمنی تہذیب کی امین رہیں ہیں اور یہی وجہ رہی کہ جب آزاد ہندوستان میں اس انگریزی لفظ ”سیکولر“ کو آئین کی تشکیل اور اس کے نفاد کے لگ بھگ چوتھائی صدی بعد ۱۹۷۶ء میں بیالیسویں ترمیمی ایکٹ کے ذریعے دیگر ترمیمات کے تحت مسز اندرا گاندھی کے

جہاں سبھی مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرتے۔ ۲۲/ جنوری ۱۹۷۷ء کو مسز اندرا گاندھی نے الٰہ آباد کے کمبھ میلے میں بھارت سادھو سماج کے اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

> ”دستورِ ہند میں درج سیکولرزم کا مطلب مذہب کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب تمام مذہب کو پھلنے پھولنے کا موقع دیتی ہے۔“ ۱۵

۲۲/ جنوری ۱۹۷۷ء کو ہی مسز اندرا گاندھی نے کانپور کے پھول باغ میں ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتی ہوئے کہا:

> ہے۔ ہر مذاہب کا احترام کرنا چاہئے اور ہر شخص آزاد ہے کہ وہ جس مذہب پر چاہے عمل پیرا ہو۔ کسی مذہب سے کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی۔“ ۱۶

مذکورہ بالا اقتسابات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمارا ملک ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے جہاں ہر مذہب کا یکساں احترام ہوتا ہے۔ جہاں۔ اردو غزل کے سیکولر ہونے کی بات کروں تو اردو غزل میں ہندوستان کی تاریخ پوشیدہ ہے صدیوں کی تہذیب پوشیدہ ہے۔ اردو غزل کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو غزل ہر زمانے ہر دور میں سیکولر رہی۔ بقول اختر بستوی

”غزل کی زبان علامتوں کی زبان ہے، اس کی لفظیات کا خزانہ علامتی الفاظ کے نگینوں پر مشتمل ہے۔ اور انھیں نگینوں کی چمک دمک سے اردو غزل کے مزاج وکردار کا اصل حسن آشکار ہوتا ہے۔ ہر قسم کے خیالات کو ادا کرنے کے لئے غزل کچھ ایسے لفظوں کا سہارا لیتی ہے جو مخصوص علائم کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیکولر رجحانات وافکار کے اظہار کے لئے بھی اس میں چند خاص علامتیں مروج ہیں۔ دیر، حرم، بتخانہ، کعبہ، مندر، مسجد، کلیسا، زاہد، واعظ، شیخ، برہمن، دین، ایمان۔ اسلام، کفر، صنم، تسبیح، سبحہ، زنار، احرام، قشقہ اور اسی قبیل کے دیگر علامتی الفاظ کے توسط سے اردو غزل میں

سیکولر عقائد نظریات کا بھرپور اظہار ہوتا رہا ہے۔یہ علامات قریب قریب ابتدا ہی سے اردو غزل سے وابستہ رہی ہے اور ہر زمانے میں اردو کے تمام چھوٹے بڑے غزل گو انھیں اتنی کثرت سے برتتے اور استعمال کرتے رہیں ہیں کہ یہ علامتیں اردو غزل کا جزوِ ینفک بن گئی ہیں۔

اردو غزل میں سیکولر نظریات کا نور مختلف انداز سے چھنتا رہا ہے۔کعبہ وبتخانہ وکلیسا کو غزل گو شعراء مختلف مذاہب کے مراکز سمجھ کر یکساں طور پر قابلِ احترام بھی قرار دیتے رہے ہیں اور انھیں ظاہری و رسمی مذہب کا مظہر تصور کر کے ان سب سے بے نیاز ہو جانے کی تلقین کرنا ان سب کا شیوہ رہا ہے۔ان دونوں امور میں کوئی فکری تضاد نہیں ہے بلکہ یہ دونوں باتیں سیکولر نظریے کے دو گوشوں پر مشتمل ہیں۔اردو غزل گویوں کا ان دونوں کی طرف کرنا ان کے سیکولر اندازِ فکر کی کی غماز ہے۔سبحہ وزنار چونکہ کلیتہً مذہب رسمی پہلو ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے انھیں ہر حال میں راہِ حق کے خاروں کا درجہ دیا جاتا ہے۔زاہد وواعظ کٹھ ملائیت کے علمبرداروں کی حیثیت سے مسلسل تضحیک کا نشانہ بنتے رہے ہیں اور شیخ وبرہمن کو مذہبی ریاکاروں اور تفرقوں پر درازوں کے روپ میں ہمیشہ لائقِ ملامت و مذمت سمجھا گیا ہے،غزل والوں ک ا کبھی جامۂ احرام میں نظر آنا اور کبھی قشقہ بر جبیں دکھائی دینا بھی ان کے سیکولر ہونے کی دلیل ہے لیکن بلعموم کفر واسلام کی اُن قیود کو توڑ کر جو انسان کو انسان سے جدا کرتی ہیں،عشق کی اُن فضاؤں میں پناہ لینا، جہاں ہر انسان برابر ہوتا ہے،اردو کے غزل گویوں کی سکولر افتادِ طبع کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔اسی طرح انسان کے دل کو حرم وکعبہ پر ترجیح دینا اردو غزل کے معماروں کا وہ خاص فکری کارنامہ ہے جو مذہبی حدبندی سے بلند ہو کر عظمتِ انساں پر زور دینے کے بھرپور سیکولر نظریے کی تبلیغ کا آئینہ دار ہے۔

اردو غزل کے مزاج کردار کو سیکولر سانچے میں ڈھالنے میں کچھ مخصوص علامتی الفاظ کے ذریعے سیکولر عقائد نظریات کے اظہار کے مذکورہ بالا طریقے کے ساتھ ساتھ،مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی تلمیحات کے استعمال کی روز کا بھی زبردست ہاتھ رہا ہے،اردو کی غزلوں میں اگر ایک طرف اسلامی تلمیحیں مستعمل رہی ہیں تو دوسری طرف ان میں ہندو مذہب سے مستعار لی ہوئی تلمیحوں سے بھی کام لیا جاتا رہا ہے اور تلمیحات کے انتخاب کے معاملے میں ہمارے غزل گویوں کے اس سیکولر رویے نے اردو غزل کے لب ولہجے کو بھی سکولر رنگ عطا کیا ہے اور اس کی فکری مزاج کو بھی سیکولر بنانے میں بہت زیادہ معاونت کی ہے۔"۷ا

اردو غزل کی تاریخ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو پاتے ہیں کہ اردو غزل کا طرزِ فکر آغاز سے عہد حاضر تک ہر دور میں سکولر رہا اور اس کی ایک خوبصورت اور جامع مثال اردو غزل کی تاریخ میں قلم بند ہے۔اردو غزل کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر،اردو غزل کے "بابا آدم" محمد قلی قطب شاہ معانیؔ (۱۵۶۵ء تا ۱۶۱۱ء) سے لے کر آج تک جتنے بھی سخن ور ہوئے ہوئے سب نے اردو غزل کو توانائی بخشی اور سب کی غزلیں بھرپور سیکولر اسپرٹ کی حامل ہیں۔اس مقالے ان تمام غزل گو شعراء کی سخن گوئی کا الگ سے کوئی جائزہ پیش کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے میں ان میں سے کچھ شاعروں کے چند

ایسے اشعار پیش کر دینے پر اکتفا کر رہی ہوں جن سے اُن کی غزل گوئی کے سیکولر اسپرٹ کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اشعار پیشِ خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

جہاں تو واں ہوں میں پیارے مُنجے کیا کام ہے کس سوں
نہ بت خانہ کا منج پروا، نہ مسجد کا خبر منج کو

محمد قلی قطب شاہ معانیؔ

گر ہوا ہے طالبِ آزادگی
بند مت ہو سبحہ و زنار کا

ولیؔ دکنی

کفر وایماں دو ندی ہیں عشق کیں
آخرش دونوں کا سنگم ہوئے گا

سراجؔ اورنگ آبادی

کعبہ و دیر میں حاتمؔ بخدا غیر خدا
کوئی کافر نہ کوئی ہم نے مسلماں دیکھا

شاہ ظہور الدین حاتمؔ

ارے واعظ ہمارے پاس ہے آتشِ محبت کی
کہ جس کو دیکھ زہرہ آب ہو جاوے جہنم کا

انعام اللہ خاں یقینؔ

اے میرے خدا ہو تو پرستار بتاں کا
مذہب میں میرے کفر ہے انکار بتاں کا

زاہد ہو اور تقویٰ عابد ہو اور مصلیٰ
مالا ہو اور برہمن، صہبا ہو اور ہم ہوں

عبدالحئ تاباںؔ

خواہ کعبہ ہو کہ بتخانہ غرض ہم سے سن
جس طرف دل کی طبیعت ہو ادھر کو چلئے

میر حسنؔ

کفر و اسلام ایک جا پایا
دیر کو خانۂ خدا پایا
ہے دل میں خدا حرم میں کیا ہے
بھٹکے کدھر گئے ہم

اشرف علی فغاںؔ

جوں رشتہ تو کمزور سامت دیکھیو مجھ کو
مضبوطئ ہر سبحہ و زنار ہے مجھ سے

قیام الدین قائمؔ

شاعری شیوہ ہے شعار اخلاص
دین مذہب میرا ہے پیار اخلاص

کس کو کہتے ہیں نہیں جانتا اسلام وکفر
دیر ہو یا کعبہ مطلب مجھ کو تیرے در سے ہے
کبھو تو دیر میں ہوں کبھی ہوں کعبہ میں
کہاں کہاں لئے پھرتا ہوں شوق اس در کا

میر تقی میرؔ

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہمان تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا

بستے ہیں تیرے سائے میں سب شیخ و برہمن
آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا

نظر جب دل پہ کی دیکھا تو مسجودِ خلائق ہے
کوئی کعبہ سمجھتا ہے کوئی سمجھے ہے بتخانہ

خواجہ میر دردؔ

پروانۂ تجلی وحدت ہو اور دیکھ
نورِ چراغ دیر و ہے شمع حرم کے ساتھ

ہے اعتقاد ہمیں ہندو مسلماں پر
ہیں دونوں تیرے پر ستار یہ نہ ہووہ ہو

غرض کفر سے کچھ نہ دیں سے ہے مطلب
تماشا ئے دیر و حرم دیکھتے ہیں

کعبہ سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض
سوداؔ کرے ہے دید یہ اک آن ہر کہیں

ہندو ہیں بت پرست مسلماں خدا پرست
پوجوں میں اس کسی کو ہو جو آشنا پرست

مرزا محمد رفیع سوداؔ

دیر و مسجد میں سُنے ذکر جو اُس کافر کا
در و دیوار سے سر شیخ برہمن مارے

شیخ قلندر بخش جرأتؔ

نہ مسجد میں نہ بتخانے میں دیکھا
جو جلوہ دل کے کاشانے میں دیکھا

سعادت یار خاں رنگینؔ

خواہ کعبہ ہو کہ بتخانہ غرض ہم سے سن
جس طرف دل کی طبیعت ہوادھر کو چلیئے
سر رشتہ جس کے ہاتھ لگا عشق کا اُسے
تسبیح کا شوق نہ زنار سے غرض

میر حسنؔ

انشاؔ کروں جو پیرویٔ شیخ و برہمن
میں بھی انھیں کی طرح سے جوں گمرہاں رہوں

انشااللہ خاں انشاؔ

کفر اور دیں میں جدائی نہیں گر دیکھے خوب
ساتھی تسبیح کے دانوں کی تو زنار بھی ہے
دیر و حرم بچشمِ حقیقت جُدا نہیں
یعنی مآلِ سبحہ و زنار ایک ہے

شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ

جمالِ یار نے مڑ کر بھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے

شیخ ابراہیم ذوقؔ

کعبے میں جو شیخ وہی بت کدے میں ہے
ناحق کا تیرے دل میں یہ بھٹکاؤ پڑ گیا

عین ایمان سمجھتے ہیں ہم ان کا دیدار
نہ تو ہیں کفر سے آگاہ نہ دیں سے واقف
دیر و کعبہ میں ڈھونڈھتا کیا ہے
دیکھ دل میں کہ بس یہیں کچھ ہے

بہادر شاہ ظفرؔ

بتخانے سے نہ کعبے کو تکلیف دے مجھے
مومنؔ بس اب معاف کی یاں جی بہل گیا
مومنؔ نہ توڑ رشتہ زنار برہمن
مت کر وہ بات جس سے کوئی دلشکستہ ہو

مومن خاں مومنؔ

دیر و حرم آئینہ تکرارِ تمنا
واماندگیٔ شوق تراشے ہے پناہیں
وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

مرزا غالبؔ

جو نظر آیا حرم میں دیر میں دیکھا وہی
ناسخؔ اپنی آنکھیں روشن ہیں خدا کے نور سے
کافر عشق ہوں حاجت نہیں زنار کی بھی

بارِ تسبیح مبارک رہے دیداروں کو

شیخ امام بخش ناسخؔ

کفر و اسلام سے آزاد ہوں، بے قید ہوں میں
مجھ سے کافر ہی نہ جھگڑے نہ تو دیدار الجھے

یاد آیا طوافِ کعبہ میں ہندوستاں مجھے
کوئے بتاں کا سایہ لباسِ حرم ہوا

خواجہ حیدر علی آتشؔ

شور کیوں گبر و مسلماں نے مچا رکھا ہے
دیر میں کچھ بھی نہیں کعبہ میں کیا رکھا ہے

پنڈت کو بھی سلام ہے اور مولوی کو بھی
مذہب نہ چاہیئے مجھے ایمان چاہیئے

سید اکبر حسین اکبرؔ آلہ آبادی

مجھ سے روشن ان دنوں دیر و حرم کا نام ہے
پائے بت پر ہے جبیں لب پر خدا کا نام ہے

بلائے جاں ہیں یہ تسبیح اور زنار کے پھندے
دلِ حق بیں کو ہم اس قید سے آزاد کرتے ہیں

پنڈت برج نرائن چکبستؔ

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا عاشق بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے آبلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

علامہ سرشیخ محمد اقبال

حرم ہو دیر ہو آخر تھکے مسافر کو
ملے کہیں تو ٹھکانا کہیں تو راہ ملے
اسلام و کفر کچھ نہیں آتا خیال میں
مدت سے مبتلا ہوں میں آپ اپنے خیال میں

شادؔ عظیم آبادی

کعبہ میں کلیسا میں ہم نے تو جہاں دیکھا
اے قصرِ وفا تیری تعمیر نظر آئی
کہتے ہیں جسے عشق وہ ایمان ہے اپنا
کچھ دیر سے مطلب نہ ہمیں کام حرم سے
جو مومن و کافر ہیں وہ دل ہی نہیں رکھتے
دنیائے محبت میں کعبہ ہے بتخانہ

شوکت علی خاں فانیؔ بدایونی

ناقوس سے غرض ہے نہ مطلب اذاں سے
مجھ کو اگر ہے عشق تو ہندوستاں سے ہے

ظفر علی خاںؔ

جنت بہ نگہ تسنیم بہ لب،انداز اُس کے شیخ نہ پوچھ
میں جس سے محبت کرتا ہوں انساں ہے خیالی حور نہیں
ہم ہی ہیں کعبہ،ہم ہی بتخانہ ہمی ہیں کائنات
ہو سکے تو خود کو بھی اک بار سجدہ کیجیے
مجھ سے کہا جبریل جنوں نے یہ وحی الٰہی ہے
مذہب تیرا مذہب دل ہے باقی سب گمراہی ہے

مجروحؔ سلطانپوری

عقائد و ہم ہیں مذہب خیالِ خام ہے ساقی
ازل سے ذہنِ انساں بستۂ اوہام ہے ساقی

ساحرؔ لدھیانوی

جسے پاسکا نہ زاہد،جسے چھو سکا نہ صوفی
وہی تار چھیڑتا ہے مرا سوزِ شاعرانہ

معین احسن جذبیؔ

ہر ایک سمت سے اک آفتاب ابھرے گا
چراغِ دیر و حرم تو،بجھا کے دیکھ ذرا

جاں نثار اختؔر

مجھ سے صد رنگ کو دنیا نہ سمجھ پائی کہ میں
حرفِ تکفیر بھی تھا،نعرۂ تکبیر بھی تھا

شمس الرحمٰن فاروقی

آزردہ رہ کے ہم نے لٹائی ہے روشنی
شمعِ صنم کدہ نہ چراغِ حرم ہوئے

مظفرؔ حنفی

کعبہ بھی فگارؔ اپنا صنم خانہ بھی اپنا
ہر حسن کا جلوہ مرا ایمان نظر ہے

امیش بہادر سریواستو فگارؔ اناآوی

مذکورہ بالا اشعار کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابتدا ہی سے ہندوستانی شعراء کی وسیع المشربی اور مذہبی رواداری نے اردو غزل کی ایک بے مثال روایت کی داغ بیل ڈالی جو آج تک پھل پھول رہی ہے۔ اردو غزل آغاز سے عہدِ حاضر تک سیکولر رہی ہے۔ اس کا مزاج ہر زمانے اور ہر ماحول میں سیکولر رہا ہے۔

حواشی

۱۔ ماہنامہ ”شاعر“ بمبئی، ”قومی یکجہتی نمبر“ ۱۹۴۷ء، مضمون ”قومی یک جہتی کیوں اور کیسے؟“ از: ڈاکٹر سی۔ ٹھاکر (ترجمہ، یعقوب راہی) ص۔ ۲۸۷

۲۔ ”سیکولرزم اور اردو اور دو شاعری“ ڈاکٹر اخترؔ بستوی، ۱۹۹۶ء اُتر پردیش اردو اکیڈمی، ص۔ ۲۵، ۲۴، ۲۳

۳؎ ”سیکولرزم اور اردوار دو شاعری“ ڈاکٹر اختر بستوی، ۱۹۹۶ء اُترپردیش اردو اکیڈمی، ص۔ ۱۹

۴؎ ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ”قومی یکجہتی اور سیکولرزم“، ریڈیائی تقریر مطبوعہ پندرہ روزہ، ”آواز“ ”نئی دہلی، ۱/ مئی ۱۹۷۷ء، جلد ۴۲۔ شمارہ، ص۔ ۲، ۱)۱۹

۵؎ جواہر لال نہرو ”ہندستان کا اتحاد“ (مترجم، وقار عظیم) طبوعہ ۲۲/ نومبر ۱۹۴۶۔ ص۔ ۲۷، ۲۶

۶؎ S.E.Hussain: “Indian Muslim-Challenge and opportunity”,1968,p.17۶

۷؎ (ماہنامہ ”شاعر“ ممبئی، ”قومی یکجہتی نمبر“ ۱۹۴۷ء، ص۔ ۱۹۷)

۸؎ ”سیکولرزم اور اردوار دو شاعری“ ڈاکٹر اختر بستوی، ۱۹۹۶ء اُترپردیش اردو اکیڈمی، ص۔ ۱۱۶

۹؎ y.Masi,Secularism,Article included in “The sprit of India”vol.2(1975)p.463

۱۰؎ (ڈاکٹر سید عابد حسین ”مسلمان اور عصری مسائل“ مطبوعہ جون ۱۹۷۲ء، ص۔)۱۴۳، ۱۴۲)

۱۱؎ (ڈاکٹر مسعود حسین خاں ”قومی یک جہتی اور سیکولرزم“ -ریڈیائی تقریر مطبوعہ پندرہ روزہ ”آواز“، نئی دہلی۔ ۱/ مئی ۱۹۷۷ء، جلد ۴۲، شمارہ ۹، ص۔ ۲)

۱۲؎ ”سیکولرزم اور اردوار دو شاعری“ ڈاکٹر اختر بستوی، ۱۹۹۶ء اُترپردیش اردو اکیڈمی، ص۔ ۶۹

۱۳؎ پروفیسر مشیر الحق ”اقلیتی کمیشن اور اس کی ذمے داریاں“ (ریڈیائی تقریر) مطبوہفتہ دار ”ندائے ملت“ (لکھنؤ) ۵/ فروری ۱۹۷۸ء، ص۔ ۲

۱۴؎ Ishwar Chandra Ojha,(Eassys In Politicaiscience) First Edition,1958,P.19

۱۵؎ روزنامہ ”قومی آواز“ لکھنؤ۔ ۲۳ جنوری ۱۹۷۷ء، ص۔ ۱

۱۶؎ ”قومی آواز“ ۲۳/ جنوری ۱۹۷۷ء

۱۷؎ سیکولرزم اور اردوار دو شاعری“ ڈاکٹر اختر بستوی، ۱۹۹۶ء اُترپردیش اردو اکیڈمی، ص۔ ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳

☆☆☆